# بدلتے منظر

(شعری مجموعہ)

سمیعہ نسیم

# بدلتے منظر

(شعری مجموعہ)

ایک قطرہ کبھی پلکوں سے نہ گرنے دینگے
زندگی ہم تجھے رُسوا نہیں ہونے دینگے

مصنفہ
سُمیعہ نسیم

© جملہ حقوق بحق مصنفہ محفوظ

| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | : | بدلتے منظر |
| نام شاعرہ | : | سمیعہ خاتون |
| قلمی نام | : | سمیعہ نسیم |
| تخلص | : | نسیم |
| آبائی وطن | : | مظفر پور (بہار) |
| سال اشاعت | : | نومبر ۲۰۱۶ء |
| صفحات | : | ۹۶ |
| تعداد | : | ۲۰۰ |
| کمپوزنگ | : | سید شہاب احمد منعمی، منعمی کمپیوٹر، احمد مارکیٹ، دریاپور، پٹنہ-۴ |
| مطبع | : | صائمہ پبلیکیشن، احمد مارکیٹ، دریاپور، پٹنہ-۴ |
| ترتیب وپیشکش | : | ڈاکٹر مسعود الرحمٰن |
| قیمت | : | ۲۰۰/روپے |
| ملنے کے پتے | : | |

☆ مسز سید حسین، B/137 پیپلس کوآپریٹیو کالونی، کنکڑ باغ، پٹنہ-20

☆ صائمہ پبلیکیشن، احمد مارکیٹ، دریاپور، پٹنہ-۴

☆ بک امپوریم، سبزی باغ، پٹنہ-۴

# BADALTE MANZAR

Writer

Samiya Naseem

# انتساب

زمانے کے نام

اک تاثر جو زمانے نے دیا ہے مجھ کو
وہی الفاظ کے پیکر میں قلم سے نکلے

اور پھر

اپنے عزیزوں کے نام

ملنے کو تو ملتے ہو مجھ سے اور مل کر بہت مسرور ہو تم
پر سچی حقیقت تو یہ ہے تم سب کے لیے اب خواب ہیں ہم

بقلم خاص
سمیعہ نسیم
کنکڑ باغ، پٹنہ

# فہرست مجموعۂ کلام


| صفحہ نمبر | عنوانات |
|---|---|
| 6-8 | ☆ حرفِ اعجاز ........ پروفیسر (ڈاکٹر) منظر اعجاز ........ |
| 9-11 | ☆ پیش لفظ ........ کمال جعفری ........ |
| 12-13 | ☆ کچھ اپنی نسبت کمزور قلم کی شاعری کے تناظر میں ........ |
| 14 | حمد باری تعالیٰ ........ |
| 15-65 | غزلیات ........ |
| 66-69 | نظمیں ........ |
| 70-80 | سہرا ........ |
| 81-85 | رخصتی ........ |
| 86 | مصرعہ طرح: کہ رفتہ رفتہ دل سے اتر رہے ہیں لوگ ........ |
| 87-88 | ۲۵ جولائی کی شام، محتشم اور نغمہ کے نام ........ |
| 89-90 | بطور یادگار آصف وشہلا کے نام |
| 91-92 | نذرانہ عقیدت |
| 93-94 | بنام کلیم عاجزؔ ........ |

# حرفِ اعجاز

## پروفیسر (ڈاکٹر) منظر اعجاز

محترمہ سمیعہ نسیمؔ معمر خاتون ہیں۔ موروثی طور پر شاعری سے سروکار رہا ہے۔ خاندان کے کئی بزرگان حسن خاں خیالؔ وغیرہ اپنے زمانے کے مشہور شاعر گزرے ہیں۔ والدۂ ماجدہ صالحہ بیگم مخفیؔ بھی شاعرہ تھیں۔ ان کا ذکر کئی تذکروں میں موجود ہے۔ ان کا مجموعۂ کلام بھی لائبریریوں کے علاوہ متعدد علمی ادبی گھرانوں میں موجود ہے۔

محترمہ سمیعہ نسیم کی شاعری ماں کے آنچل کے سائے میں پلی بڑھی اور پروان چڑھی۔ دو شعری مجموعے ''حرف دل'' اور ''خوشبوئے وفا'' بھی منظر عام پر آئے۔ ان کے کلام کی اشاعت بھی اخباروں میں ہوتی رہی۔ آل انڈیا ریڈیو، پٹنہ سے بھی ان کے کلام نشر ہوتے رہے ہیں۔ تیسرا مجموعۂ کلام ''بدلتے منظر'' کا مسودہ میرے پیش نظر ہے۔ یہ بھی عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہونے والا ہے۔ وہ ایک روایت پسند شاعرہ ہیں۔ ان کی شاعری بھی روایتی ہے۔

روایت کوئی جامد شئے نہیں ہوتی۔ اس میں تبدیلیاں آتی رہتی ہیں۔ کبھی یہ تبدیلی سست رفتار اور کبھی تیز رفتار ہوتی ہے۔ آج تو برقی ایجادات کی وجہ سے برق رفتار نظر آتی ہے۔ تہذیب و اخلاق کو اس نے جس طرح متاثر کیا ہے، وہ اظہر من الشمس ہے۔ اقداری نظام کے زائیدہ و پروردہ افراد کے لئے یہ لمحۂ فکریہ سے کم نہیں، بعض بنیادی قدروں کی شکست و ریخت کا المیہ ہر حساس انسان کا مقدر بن چکا ہے جو اظہار کا پیرایہ اختیار کرتا ہے تو حزنیہ آہنگ پیدا کر دیتا ہے۔ سمیعہ نسیم کی شاعری کا بنیادی آہنگ بھی حزنیہ ہے۔ لیکن وہ گم گشتۂ ذات نہیں۔ اپنے خارجی ماحول اور اس کے حالات سے چشم پوشی نہیں کرتیں اس لئے ان کے آہنگ شاعری میں داخلی اور خارجی کیفیات کا امتزاج بھی دکھائی دیتا ہے۔ ایک غزل کے یہ دو شعر دیکھیں:

ہنستی ہے صبح، شام کو روتی ہے زندگی
جھونکے میں اک ہوا کے بکھرتی ہے زندگی
اَے انقلاب تو نے تو جینا سکھا دیا
تیغوں کے سائے میں یہاں پلتی ہے زندگی

سمیعہ نسیم کے خاندانی پس منظر، مشترکہ خاندان اور کنبہ پروری کی روایت سے جو لوگ واقف ہوں گے ان میں ان اشعار میں مضمر کرب انگیز تجربے کا شدت سے احساس ہوگا:

وہ سہانی شام اور دلکش فضا، کالی گھٹا
ساتھ میں مل بیٹھنے کا سلسلہ جاتا رہا
گھر کے آنگن میں جو رہتا تھا جو اک جمگھٹا
چائے پینے اور پلانے کا مزہ جاتا رہا

سمیعہ نسیم اپنے طویل سفرِ حیات میں جن موڑوں اور منزلوں سے گزری ہیں، ان کے مشاہدات میں جو کچھ آئے ہیں، انہوں نے خود جو کچھ جھیلا ہے اور سرد و گرم حالات سے گزری ہیں، ان سبھوں کو شعری تجربہ بنانے کی کوشش کی ہے۔ اس کوشش میں وہ کسی حد تک کامیاب ہوئی ہیں، اس کے فیصلے کا یہ وقت نہیں، ایک سرسری نظر میں مجھے جو اشعار اچھے لگے، میں انہیں نقل کرتا ہوں:

آپ خوش رہتے ہیں رہئے لیکن از راہِ کرم
چھین کر میری ہنسی اپنی خوشی مت ڈھونڈیے
ساری بستی جل چکی ہے صرف باقی ہے دھواں
رات کی تاریکیوں میں روشنی مت ڈھونڈیے

--

لہو رنگ اپنی آنکھوں میں نمی محسوس کرتی ہوں
ہر اک شے میں کسی شے کی کمی محسوس کرتی ہوں

زمانے کو بدل دینا تبسم آساں نہیں اتنا
یہ سوچ ایسی ہے، جس میں بے بسی محسوس کرتی ہوں

--

لوٹنے والے لوٹ لے سب کچھ
سر پہ اک سائبان رہنے دے
میرے زخموں کو تار تار نہ کر
پیار کے کچھ نشان رہنے دے

--

جو زبان سے نہیں کہہ سکی نہ نظر سے کچھ بھی بتا سکی
اسے شاعری میں سمو دیا یہی شاعری کا کمال ہے

آخری شعر میں شاعری کے سلسلے میں شاعرہ کا ایک مخصوص تصور ہے جو بحث کا موضوع بن سکتا ہے لیکن اس پہلو کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ شاعر کے اپنے تصورات کی اہمیت فن شاعری کے قواعد سازوں سے زیادہ ہوتی ہے۔ ایسا اس لئے بھی ہوتا ہے کہ سبھوں کے ذوق و جدان یکساں نہیں ہوتے۔ ویسے اوپر جو اشعار نقل کئے گئے ہیں، ان میں جن موضوعات کو بروئے کار لایا گیا ہے، وہ جذبہ واحساس اور فکر و نظر کے اعتبار سے متنوع اور رنگا رنگ ہیں۔ زبان و بیان میں سادگی اور سنجیدگی ہے۔ لہجے میں فکر متانت اور سوز و گداز ہے لیکن ان کا سب سے نمایاں وصف حزن و ملال ہے۔ غزل کے اشعار میں اس وصف سے کیف واثر پیدا ہوتا ہے۔ پڑھنے اور سننے والے اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ یہ کیفیت دماغ سے زیادہ دل کو متاثر کرتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ قارئین کے ہاتھوں میں جب یہ مجموعۂ شاعری "بدلتے منظر" آئے گا اور اس پر نظر ڈالیں گے تو مٹھی بھر شاعری کے انگلیوں پھر اشعار سے متاثر ہوں گے اور داد و تحسین سے شاعرہ کو نوازیں گے۔

☆

# پیش لفظ

کمال جعفری، نئی دہلی
سابق پروگرام ایگزیکٹیو
آکاش وانی، پٹنہ

''بدلتے منظر'' سمیعہ نسیم کا تازہ شعری مجموعہ ہے جو ان کی غزلوں کے ساتھ دوسرے اصناف پر محیط ہے۔ وہ ایک شاعرہ کی حیثیت سے ادبی حلقوں میں اپنی شناخت مستحکم کرچکی ہیں۔ پیرانہ سالی کے باوجود وہ غزل کہنے کا ہنر جانتی ہیں۔ صنف نازک کے جذبوں سے لبالب اُن کی شاعری غور وفکر و عمل دیتی ہے۔ ''بدلتے منظر'' کا آغاز حمد سے کرتی ہیں اور اللہ کی بارگاہ میں نذرانۂ عقیدت پیش کر کے گناہوں سے نجات چاہتی ہیں۔ دو شعر ملاحظہ ہوں:

میری ہر خطا مٹا کر مجھے دے ثواب ساقی
مرے غم کو جو بھلا دے پلا وہ شراب ساقی
تری رحمتوں کی بارش سے ہی حوصلہ بڑھا ہے
مرے سر پہ کالی کملی کو بنا حجاب ساقی

ان کی غزلوں کے چند اشعار کے تیور ملاحظہ کیجیے:

ایک تو ہے کہ فراموش کئے بیٹھا ہے
اور ہم ہیں کہ ترا نام لیا کرتے ہیں
لے چلی ہے تو کہاں آبلہ پائی میری
ایسی راہوں پہ تو دیوانے چلا کرتے ہیں
گرچہ ہم سے کبھی ملتا ہی نہیں پھر بھی نسیم
وہ سلامت رہے، بس اس کی دعا کرتے ہیں

--

روز و شب یوں تو کسی طرح بسر کی میں نے
جو بچی ہے وہ خدا جانے کہاں گزرے گی
چین سے رہنے نہ دے گا یہ زمانہ مجھ کو
دن تو گزرا ہے یہاں رات کہاں گزرے گی
چھائی رہتی تھی جو ہر سمت خوشی گھر میں نسیم
یاد آئے گی مگر دل پہ گراں گزرے گی

یہ اشعار اس بات کے گواہ ہیں کہ سمیعہ نسیم صاحبہ کے کلام میں آپ بیتی اور جگ بیتی دونوں یکجا ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ان کے غم انگیز اشعار دل کے تاروں کو چھو لیتے ہیں عظیم آباد میں بہت کم شاعرات پیدا ہوئی ہیں۔ ایسے میں موجودہ دور میں جو چند شاعرات عظیم آباد کی نمائندگی کرتی ہیں اس میں سینئر شاعرہ کی حیثیت سے سمیعہ نسیم صاحبہ نے اپنی شناخت قائم کر لی ہے۔ اس مجموعہ سے قبل ان کا ایک شعری مجموعہ ''خوشبوئے وفا'' عوام و خواص کے درمیان شرف قبولیت حاصل کر چکا ہے اور اردو اکیڈمی، پٹنہ اس کتاب کو گرانقدر انعام سے نواز چکی ہے۔

ایک اور غزل کے دو اشعار جو دل کی گہرائیوں تک اترتے ہیں:

تم مرے پاس جب نہیں ہوتے
زندگی پھر تو زندگی کیا ہے
دل دیا ہے تو جاں بھی دے دے
تو سخی ہے تو پھر کمی کیا ہے

سمیعہ نسیم صاحبہ چھوٹی زمینوں میں بھی کامیاب غزل کہتی ہیں اور ایک پختہ کار شاعرہ ہونے کا زندہ ثبوت پیش کرتی ہیں۔ ایک غزل کے چند اشعار ملاحظہ ہوں ؂

آنے جانے کا سلسلہ رکھنا
دل نوازی کا حوصلہ رکھنا

کوئی شاید اِدھر سے گزرے گا
گھر کا دروازہ تم کھلا رکھنا
خواہش خلد ہے اگر زاہد
جام و مینا سے فاصلہ رکھنا
ہے مخاطب نسیم دنیا سے
تب یہ جنت کی بس دعا رکھنا

یہ سہل ممتنع کے اشعار ان کی ذہانت اور قادر الکلامی کی دلیل ہیں۔ شاعرہ کو اللہ کی رحمت پہ پختہ بھروسہ ہے۔ ایک مقطع ملاحظہ ہو:

ابر رحمت کی گھٹا چھائی ہے ہر سمت نسیمؔ
اب کوئی خدشہ نہ ہونے کا ہے امکاں دل میں

اپنی غزلوں پر پُر اعتماد رہنے کا ہنر وہ خوب جانتی ہیں۔

غزلوں میں تری کچھ تو نسیمؔ آ گئی پہچان
جب تو نہ رہے گی ترا افسانہ رہے گا

یقیناً اس دورِ فانی میں فنکار نہیں رہتا ہے لیکن اس کا فن زندہ رہتا ہے زندگی سے ہم آہنگ غزلیہ اشعار نے شاعرہ کو عزت و وقار بخشا ہے۔ اللہ سے دعا گو ہوں کہ "بدلتے منظر" کا اردو دنیا میں قابلِ قدر پذیرائی ہو۔

☆☆

# کچھ اپنی نسبت کمزور قلم کی شاعری کے تناظر میں

سمیعہ تسیم
کنکر باغ، پٹنہ

میں سمیعہ تسیم ایک کمزور قلم کی شاعرہ آپ سب کی حوصلہ افزائی کی امید کے ساتھ حاضر ہو رہی ہوں۔ یہ میرا تیسرا مجموعۂ کلام ''بدلتے منظر'' کے عنوان سے شائع ہو رہا ہے۔ خدا کرے کہ آپ سب کے معیار پر پورا اتر کر ہماری ہمت افزائی میں قدرے اضافہ کی صورت ہو۔ دو مجموعۂ کلام اس سے قبل منظر عام پر آچکا ہے۔ پہلا مجموعہ ''حرفِ دل'' کے نام سے شائع ہوا تھا اور دوسرا مجموعۂ کلام ''خوشبوئے وفا'' کے نام سے ناظرین کی نذر ہو چکا ہے۔ یوں تو انقلابِ زمانہ کے ہاتھوں بہت سی زندگیاں تباہ و برباد ہوئیں۔ ان میں سے ایک میں بھی ہوں۔

وراثت میں سب کچھ لٹنے کے بعد صرف شاعری جو ہماری وراثت کا حصہ ہے وہ نصیب ہو سکی۔ شاید اسی وجہ سے ہماری کچھ شناخت ہو سکے یا قائم رہے۔ بہر کیف میں وقت

آپ لوگوں کا برباد کرنا نہیں چاہتی۔ ہمارے خاندان کے کچھ لوگ ادیبانہ مزاج رکھتے تھے اور شاعری کا شغف بھی بہت حد تک شامل تھا۔ میرے والد مرحوم سید زکی حسن صاحب دیوان روڈ، مظفر پور کسی تعارف کے محتاج نہیں رہے۔ میری والدہ مرحومہ بھی کہنہ مشق شاعرہ تھیں۔ ان ہی بزرگوں کی صحبت کا یہ اثر ہے کہ میں تک بندی کرنے لگی۔ لیکن بدقسمتی سے میں نے اپنا کلام لے کر کسی کے سامنے زانوے ادب تہہ نہیں کیا۔ امی مرحومہ کو کہا کرتی تھی کہ آپ کم سے کم نظر ثانی کرلیں تو کچھ ہمیں تقویت ملے گی۔ مگر وہ ہمیشہ کل پر ٹال دیتیں یہ کہہ کر کہ تمہاری شاعری میں اصلاح کی کوئی ضرورت نہیں۔ مشق کرتی رہو انشاء اللہ منزل تمہیں مل جائے گی اور یہی ہوا کہ اچانک ایک دن اجل کا بے رحم فرشتہ آ کر مجھے ان کو چھین کر لے گیا اور میں بے بسی کی حالت میں صرف روتی رہی۔ خدا انہیں غریق رحمت کرے اور رحمت سے نوازے۔ آمین۔ ؏

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے

اسی کے ساتھ اب میں اجازت چاہوں گی اور معذرت بھی۔

ویسے قومی تنظیم میں اکثر میری غزلیں چھپا کرتی ہیں۔ شاید نظروں سے گذرا ہوگا۔

نوٹ: ہماری امی مرحومہ کا نام صالحہ بیگم تھا اور ان کا تخلص مخفی مظفر پوری ہوا کرتا تھا۔ مظفر پور کے ادبی حلقہ میں گلستانِ ادب اور فروغِ ادب کے نام سے مشاعرے ہوا کرتے تھے جس میں میں اور میری امی کی غزلیں پڑھی جاتی تھیں۔ صبغت اللہ حمیدی پڑھا کرتے تھے جو ڈاکٹر ظفر حمیدی صاحب کے چھوٹے بھائی ہیں خدا ان کو قائم رکھے۔

☆☆

# حمد باری تعالیٰ

مری ہر خطا مٹا کر لکھ دے ثواب ساقی
مرے غم کو بھلا دے وہ پلا شراب ساقی

مری زندگی کا لمحہ یہاں کس طرح سے گذرا
مجھے یاد کچھ نہیں ہے تو نہ لے حساب ساقی

مرے دل میں نور بھر دے مری تشنگی بجھا دے
مجھے پھر سے تو پلا دے زم زم کا آب ساقی

مرا گھر اجاڑا جس نے وہ تھا اپنا یا پرایا؟
ترے اس سوال سے ہوں میں تو لاجواب ساقی

تری رحمتوں کی بارش سے ہی حوصلہ بڑھا ہے
مرے سر پہ کالی کملی کو بنا حجاب ساقی

یہی آخری تمنا ہے نسیم کی خدایا
ہو جائے یہ حقیقت جنت کا خواب ساقی

☆

# غزلیات

ایک کافر نے مرے دل کو ستا رکھا ہے
اپنے چلمن میں جو پردہ سا لگا رکھا ہے

تم کو قاتل نہ کہے کوئی اسی سے ہم نے
سارے زخموں کو سلیقے سے چھپا رکھا ہے

ہم تو گھٹ گھٹ کے مرے مر کے جلے خاک ہوئے
اب کریدو نہ اِسے راکھ میں کیا رکھا ہے

اپنے ترکش کے سبھی تیر چلاؤ، دیکھو
ہم نے دروازۂ دل اپنا کھلا رکھا ہے

حال پوچھے وہ اگر میرا تو کہنا قاصد
اِک تری یاد میں دنیا کو بھلا رکھا ہے

یوں بظاہر تو بہت دور ہو لیکن میں نے
تیری تصویر سے دل اپنا سجا رکھا ہے

نئی ترکیب نکالی ہے جفا کی اُس نے
ظلم کا نام ستم گر نے حیا رکھا ہے

اِک دیا در پہ جو ہر شام جلا کرتا تھا
اُس کو بھی بادِ مخالف نے بجھا رکھا ہے

ایک دو بات اگر ہوتی تو سہہ بھی لیتے
تم نے الزام کا انبار لگا رکھا ہے

مدّتوں بعد اچانک جو تری یاد آئی
اس نے خاموشی میں کہرام مچا رکھا ہے

کس نے دروازے کی زنجیر ہلا دی ہے نسیم
اُس نے شاید کسی دشمن کو بلا رکھا ہے

☆

بگڑی کو بنانے میں بہت دیر لگے گی
دنیا کو جگانے میں بہت دیر لگے گی

آنکھوں میں بصیرت ہے تو آنکھوں ہی سے پڑھ لو
احوال سنانے میں بہت دیر لگے گی

اِک درد اگر ہو تو وہ لفظوں میں بیاں ہو
ہر زخم دکھانے میں بہت دیر لگے گی

دنیا کی ہر اِک شئے کو تو ہم بھول گئے ہیں
پر اُس کو بھلانے میں بہت دیر لگے گی

سننا ہے اگر حال تو دو مصرعوں میں سن لو
تفصیل سنانے میں بہت دیر لگے گی

مغرب کی ہواؤں نے جو ہے آگ لگائی
وہ آگ بجھانے میں بہت دیر لگے گی

ہر ذرّہ وفا کا مری تائید کرے گا
تاریخ مٹانے میں بہت دیر لگے گی

ہر غم کو بھلانے میں بہت دیر لگے گی
اشکوں کو سکھانے میں بہت دیر لگے گی

اب تشنگی اپنی یہ بجھائے نہ بجھے گی
ساقی کو پلانے میں بہت دیر لگے گی

آئے ہیں نسیم آج تیری بزم میں جو لوگ
قرض اُن کا چکانے میں بہت دیر لگے گی

☆

کیسی الجھن ہے یہ آدمی کے لئے
زندگی سے لڑے زندگی کے لئے

آدمی چاہئے آدمی کے لئے
ورنہ مشکل ہے جینا کبھی کے لئے

صرف جینے سے بھی بات بنتی نہیں
کچھ رقم چاہئے زندگی کے لئے

دشمنی زور اپنا دکھاتی رہی
ہم ترستے رہے دوستی کے لئے

غم کی برسات بھی لازمی ہے، مگر
کچھ خوشی چاہئے زندگی کے لئے

اب چمن میں وہ بادِ باراں نہیں
منتظر ہے فضا دلکشی کے لئے

مجھ کو دریا کنارے تو لے آئے ہو
ہے یہ دریا بھی کم تشنگی کے لئے

دل بھی مغموم ہے آنکھ پُرنم بھی ہے
پھر بھی مجبور ہیں ہم ہنسی کے لئے

اب تو حاجت روائی بھی اِک جرم ہے
کس کو الزام دیں دشمنی کے لئے

اُن سے ملنا اگر ہے تو جلدی ملو
وقت رُکتا نہیں ہے کسی کے لئے

آپ کی بے رخی جان لیوا ہوئی
شکریہ آپ کا بے رُخی کے لئے

تم بھی مجبور ہو ہم بھی لاچار ہیں
حادثہ یہ بھی ہے زندگی کے لئے

مے کشی تو کبھی اپنی عادت نہ تھی
مشغلہ چاہئے دل لگی کے لئے

دل کی دنیا نسیمؔ آج ویران ہے
ضدخدا را نہ کر اب ہنسی کے لئے

☆

## آج کل کا پسِ منظر

چاند تو نکلا ہے لیکن چاندنی مت ڈھونڈیے
عید کی، اب کے برس سچی خوشی مت ڈھونڈیے

ہوگئی رخصت جہاں سے سچی اُلفت اور وفا
اب تو ایسے دور میں کوئی خوشی مت ڈھونڈیے

آپ خوش رہتے ہیں رہیے لیکن از راہِ کرم
چھین کر میری ہنسی اپنی خوشی مت ڈھونڈیے

سبز وادی پیڑ پودے ہو رہے ہیں سب اُداس
اب جہانِ رنگ و بو میں دل کشی مت ڈھونڈیے

لمحہ لمحہ زندگی کا پُر خطر ہر راستہ
خنجروں کے سائے میں اب زندگی مت ڈھونڈیے

ساری بستی جل چکی ہے صرف باقی ہے دھواں
رات کی تاریکیوں میں روشنی مت ڈھونڈیے

بام و در بھی سج رہے ہیں آئی گانوں کی صدا
خوشنما ماحول میں اب دل کشی مت ڈھونڈیے

آج کا انسان تو حیواں سے بدتر ہے نسیمؔ
پیکرِ انسانیت میں آدمی مت ڈھونڈیے

☆

ہم تو دل کھول کے ہر اِک سے ملا کرتے ہیں
لوگ پھر بھی مری الفت کا گلا کرتے ہیں

اپنے بھی غیر کے مانند ملا کرتے ہیں
جو خوشی دیتے تھے غم اب وہ دیا کرتے ہیں

مجھ سے محفل میں جو پیمانِ وفا کرتے ہیں
ہاں وہی دوست جو زخموں کو ہرا کرتے ہیں

ایک تُو ہے کہ فراموش کئے بیٹھا ہے
اور ہم ہیں کہ ترا نام لیا کرتے ہیں

بے وفائی پر بھی ہم اُس کے وفادار رہے
حق محبت کا ہم اس طرح ادا کرتے ہیں

لے چلی ہے تو کہاں آبلہ پائی میری
ایسی راہوں پہ تو دیوانے چلا کرتے ہیں

گرچہ ہم سے کبھی ملتا ہی نہیں پھر بھی نسیم
وہ سلامت رہے بس اس کی دعا کرتے ہیں

تمہاری یاد مجھ کو چین سے رہنے نہیں دیتی
مری بیدار آنکھوں کو ذرا سونے نہیں دیتی

ہماری زندگی کو اب سہارے کی ضرورت ہے
مگر گردش جہاں کی ساتھ رہنے بھی نہیں دیتی

طبیعت جب بھی گھبرائی سفر کا جو خیال آیا
سفر کی اب صعوبت بھی سفر کرنے نہیں دیتی

مجھے اپنی حویلی اور چمن کی یاد جب آئی
تو پھر اشکوں کی بارش دیر تک تھمنے نہیں دیتی

یہ اپنی زندگی جس کوچہ آنگن میں بسر کی تھی
مخالف یہ ہوا اُس سے گذرنے بھی نہیں دیتی

کسی کو کھو کے زندہ ہوں یہ حیرت ہے مجھے خود بھی
مگر عمر رواں تا عمر رہنے بھی نہیں دیتی

محبت کا بھرم تو بس محبت ہی میں پنہاں ہے
الگ ہونا بھی چاہوں تو الگ ہونے نہیں دیتی

نسیمؔ ایک بار پھر جاؤ مدینہ حاضری دیدو
کہ ہے جو پیاس زم زم کی یہاں رُکنے نہیں دیتی

☆

بھری محفل میں خود کو اجنبی محسوس کرتی ہوں
اب اپنے میں بھی اپنوں کی کمی محسوس کرتی ہوں

دریچہ کھول کر دیکھو سجاوٹ ہی سجاوٹ ہے
دیا روشن ہے پھر بھی تیرگی محسوس کرتی ہوں

یہ کیسا دور ہے یارب یہ کیسا انقلاب آیا
ہراک شئے میں کسی شئے کی کمی محسوس کرتی ہوں

کوئی بزم طرب ہو یا کوئی ہو عیش کی محفل
کہاں پہلی سی اب وہ دل کشی محسوس کرتی ہوں

چمن کی یاد ماضی کے وہ پھولوں سے بھرا دامن
اب اُن پھولوں سے خود دامن تہی محسوس کرتی ہوں

خوشی کے ساتھ آنکھوں میں نمی محسوس کرتی ہوں
ہراک لب پر بس اِک پھیکی ہنسی محسوس کرتی ہوں

لہو رنگ اپنی آنکھوں میں نمی محسوس کرتی ہوں
ہر اِک شئے میں کسی شئے کی کمی محسوس کرتی ہوں

زمانے کو بدل دینا نسیم آساں نہیں اتنا
یہ سوچ ایسی ہے جس میں بے بسی محسوس کرتی ہوں

☆

(۱) زندہ رہنا اور ہے سچی خوشی کچھ اور ہے
جس کو یہ نعمت ملی وہ زندگی کچھ اور ہے

تیرے دامن کی نمی تو ابر کے ٹکڑے کی تھی
میرے دامن پر جو ٹپکا وہ نمی کچھ اور ہے

بولنا ہنسنا تو ہر انسان کی فطرت میں ہے
خود بخود آجائے لب پر وہ ہنسی کچھ اور ہے

رنگینیاں سب رعنائیاں ہیں عکس ریز
ہر خوشی میں اپنے گھر کی دل کشی کچھ اور ہے

یوں چمن میں ہر جگہ کلیاں نظر آتی تو ہیں
دیکھ کر جس کو کھلے دل وہ بھی کچھ اور ہے

ویسے سب احباب سے رشتہ تو قائم اب بھی ہے
پھر ہماری اور اُس کی دوستی کچھ اور ہے

(۲) بے بسی کچھ اور ہے دل کی لگی کچھ اور ہے
آج کل اُس کی مگر یہ خامشی کچھ اور ہے

تیری مئے میں اب کہاں ہے وہ سرورِ بیخودی
اُس کے ہاتھوں سے جو پی ہے بیخوری کچھ اور ہے

آج کی بزمِ سخن میں کچھ سنا ایسا نسیم
اہلِ محفل کہہ اُٹھیں یہ شاعری کچھ اور ہے

☆

اپنی پلکوں پہ حسین خواب سجائیں کیسے
پھر سے اُجڑی ہوئی بستی کو بسائیں کیسے

یہ نظر چار طرف ڈھونڈ رہی ہے کس کو
جو جہاں چھوڑ چکا اُس کو بلائیں کیسے

میرے اشکوں کو عبث روک رہی ہے دنیا
غم تو غم ہے اسے پل بھر میں بھلائیں کیسے

زندگی اپنی نئے موڑ پہ آپہنچی ہے
اس سفر کو ذرا آسان بنائیں کیسے

شکوۂ جور و جفا لب پہ بھی لائیں کیسے
سب کیے کی ہے سزا خود کو بچائیں کیسے

مسئلہ زیست کا ہر گام ہے اُلجھا اُلجھا
ہیں جو گمراہ انہیں راہ پہ لائیں کیسے

آگ باہر کی تو لوگ آ کے بجھا دیتے ہیں
دل کے اندر کی لگی آگ بجھائیں کیسے

عہد رفتہ سے تو وابستہ رہی اپنی حیات
عہد رفتہ کو بھلا دل سے بھلائیں کیسے

تھا جو شاداب چمن اب ہے خزاں کی زد میں
خشک ٹہنی پر کوئی پھول کھلائیں کیسے

میری تحریر تو اخبار میں پڑھ لیتے ہو
دل کی آواز مگر تم کو سنائیں کیسے

عمر بھر ساتھ نبھانے کا ہوا تھا وعدہ
زندگی اب تجھے ہم تنہا گذاریں کیسے

ایک دو زخم جو ہوتے تو دکھا بھی دیتی
انگنت زخم ہیں ہم تجھ کو دکھائیں کیسے

اک بھری بستی کو دیکھا ہے اجڑتے میں نے
اس کی روداد مگر تم کو سنائیں کیسے

بجھ چکا ہے جو دیا اُس کا دھواں باقی ہے
تیل بھی گھر میں نہیں اس کو جلائیں کیسے

دل میں روشن ہیں نسیم اپنی وفاؤں کے چراغ
لوگ کہتے ہیں بجھا دو، تو بجھائیں کیسے

☆

صبح گذری ہے کہاں شام کہاں گذرے گی
زندگی اب کے بانداز فغاں گذرے گی

اُس کی خوشبو میں بسی باد صبا آئی اگر
سارے گلشن میں مہک ہوگی جہاں گذرے گی

روز و شب یوں تو کسی طرح بسر کی میں نے
جو بچی ہے وہ خدا جانے کہاں گذرے گی

چین سے رہنے نہ دیگا یہ زمانہ مجھ کو
دن تو گذرا ہے یہاں رات کہاں گذرے گی

اب زمانے کے حوادث سے ہے کھٹکہ دل کو
اب جو باقی ہے وہ بے نام ونشاں گذرے گی

چھائی رہتی تھی جو ہر سمت خوشی گھر میں نسیمؔ
یاد آئے گی مگر دل میں گراں گذرے گی

☆

دل کے اندر تو جھانک کر دیکھو
غم کا دریا ہے یا خوشی، کیا ہے؟

تم مرے پاس جب نہیں ہوتے
زندگی پھر تو زندگی، کیا ہے؟

آنکھ میں کچھ نمی سی لگتی ہے
لب پہ پھیکی سی یہ ہنسی کیا ہے؟

آنے والا یہ کل بتائے گا
دوستی ہے کہ دشمنی کیا ہے؟

جب بھی ملتے ہو، فاصلے سے، کہو
دل لگی ہے کہ بے رُخی، کیا ہے؟

دل دیا ہے تو جان بھی دیدے
تو سخی ہے تو پھر کمی کیا ہے؟

☆

آن رہنے دے شان رہنے دے
دل کے منھ میں زبان رہنے دے

دشمنی کی حدوں کو پار نہ کر
دوستی کا گمان رہنے دے

لوٹنے والے لوٹ لے سب کچھ
سر پہ اک سائبان رہنے دے

میرے زخموں کو تار تار نہ کر
پیار کے کچھ نشان رہنے دے

اس طرح بے دلی سے مل نہ کبھی
جسم خستہ میں جان رہنے دے

تجھ کو دنیا سمجھ گئی ہے نسیمؔ
اپنی جھوٹی یہ شان رہنے دے

☆

تری ڈھیل ہی سے مرے خدا یہاں کافروں کا وبال ہے
تو نظر اُٹھا کے جو دیکھ لے تو بتا یہ کس کی مجال ہے؟

ترے نام لیوا پہ دم بہ دم وہ ستم کہ جینا محال ہے
نہ کرم کی کوئی اُمید ہے نہ تو منصفی کا سوال ہے

کبھی حال پوچھیں جو قاصدہ تو یہ کہنا اُن سے بہ التجا
چلو چل کے دیکھ لو خود ذرا جو مریضِ عشق کا حال ہے

نیا ظلم ہے نیا جور ہے، یہ عجیب ان کا جو طور ہے
یہ کرم ہے ان کا کہ ہے ستم؟ مرے سامنے یہ سوال ہے

جو زبان سے نہیں کہہ سکی نہ نظر سے کبھی بتا سکی
اُسے شاعری میں سمو دیا یہی شاعری کا کمال ہے

جو ہرا بھرا تھا چمن کبھی جہاں تھی ہمیشہ ہنسی خوشی
نہ وہ باغ ہے نہ وہ باغباں نہ وہ خواب ہے، نہ خیال ہے

جو سزا ملی وہ بہت ملی، تیری شان ہے اسے روکنا
نہ لے امتحاں تو نسیم کا اے مرے خدا! یہ سوال ہے

☆

آنے جانے کا سلسلہ رکھنا
دلنوازی کا حوصلہ رکھنا

ملنے جلنے میں گر رکاوٹ ہو
دل سے دل کا تو واسطہ رکھنا

کوئی شاعر ادھر سے گذرے گا
گھر کا دروازہ تم کھلا رکھنا

خواہشِ خلد سے اگر زاہد
جام و مینا سے فاصلہ رکھنا

ہے مخاطب نسیم دنیا سے
لب پہ جنت کی بس دعا رکھنا

☆

اپنی اِک آس تمنا میں گذاری ہے حیات
راز بن کر ہی رہا درد کا درماں دل میں

سرگذشت اپنی کسے جا کے سنائیں یارب
خواب ہی خواب کے پیکر رہے ارماں دل میں

اپنے ماضی کو بھلانا نہیں آساں، اے دوست
یاد رفتہ تو ہمیشہ رہی پنہاں دل میں

کوئی اپنا جو کبھی آتا ہے مہماں بن کر
پھول بن کر وہ مہکتا ہے گلستاں دل میں

ابر رحمت کی فضا چھائی ہے ہر سمت نسیم
اب کوئی خدشہ نہ ہونے کا ہے امکاں دل میں

☆

گلشن نہ رہے گا نہ یہ کاشانہ رہے گا
باقی جو رہے گا وہ حرم خانہ رہے گا

وہ لاکھ چھپائے پہ چھپے گا نہ کسی طور
چہرہ مرے قاتل کا پشیما نہ رہے گا

آزاد اسے رکھئے پابند سلاسل
دیوانہ تو ہر حال میں دیوانہ رہے گا

جب چاہے طلب کرلے مری جان مرا دل
اُس شوخ کو سب کچھ مرا نذرانہ رہے گا

اے شمع رُخ یار عبث شکوہ، گلہ ہے
جل کر ہی ترے ساتھ یہ پروانہ رہے گا

ہے شیشہ مرے دل کا لبالب ترے غم سے
اشکوں سے بھرا آنکھ کا پیمانہ رہے گا

اس بزمِ جہاں کی تو ہر اک چیز ہے فانی
ہاں تذکرۂ ہمت مردانہ رہے گا

غزلوں میں تری کچھ تو نسیم آ ہی گئی جان
جب تو نہ رہے گی ترا افسانہ رہے گا

☆

یہ دنیا کہاں سے کہاں جا رہی ہے
تباہی کی جانب بڑھی جا رہی ہے

جنہیں گفتگو کا سلیقہ نہیں کچھ
وہ ہنستے ہیں مجھ پہ ہنسی آ رہی ہے

جفا کرتے کرتے وہ تھک سا گیا ہے
جفا کو بھی اُس پر حیا آ رہی ہے

اب اُن کی محبت ستم ڈھا رہی ہے
نہ وہ آ رہے ہیں نہ نیند آ رہی ہے

اب آنے میں اس نے بہت دیر کر دی
وہ آنے کو ہے اور قضا آ رہی ہے

خدا پر جنہیں کچھ یقیں سا نہیں تھا
تو قدرت بھی رنگ اپنا دکھلا رہی ہے

نسیم اب بھلا کس کے کوچہ میں جائے
ہر اک کوچہ سے کچھ صدا آ رہی ہے

☆

نہیں تجھ سے شکوہ نہ کوئی گلہ ہے
محبت میں تھوڑی سخاوت تو دیدے

تصور میں آکر کسی شب بھی مجھ کو
مرے دل میں احساسِ قربت تو دیدے

تری دید کی منتظر ہیں نگاہیں
کبھی بھول کر آکے حیرت تو دیدے

جفا ہی کا انداز ہے ہر وفا میں
اسی میں سہی کچھ سخاوت تو دیدے

نہ ہو خوف باطل نہ سر کو جھکاؤں
تو دل میں مرے ایسی طاقت تو دیدے

مری زندگی ہو تری یاد یارب
وہ جذبہ وہ تقویٰ وہ لذت تو دیدے

ہے اس بندگی پر نسیم اپنی نادم
مگر تو اسے اپنی جنت تو دیدے

☆

ہر اک کام دنیا کا کرتے رہیں گے
مگر اشک پلکوں سے بہتے رہیں گے

مری راہ میں جتنے کانٹے بچھاؤ
سمجھ کر اُسے پھول چلتے رہیں گے

محبت کا بدلہ ملا نفرتوں سے
مگر دم محبت کا بھرتے رہیں گے

مرے زخم پر تم نہ مرہم لگاؤ
یہ اندر کے ہیں زخم رِستے رہیں گے

مٹانے کی کوشش عبث ہے تمہاری
مٹاؤ گے جتنا اُبھرتے رہیں گے

نظر بدلی بدلی سی ہے دوستوں کی
مگر ہم انھیں پیار کرتے رہیں گے

اگر میری جانب بھی نظرِ کرم ہو
تو ہم سیر جنت کی کرتے رہیں گے

غزل ہے کسی کی مگر ساز اُن کا
ذرا سُر ملاؤ تو سنتے رہیں گے

سفر جب کرے گی نسیم اس جہاں سے
اُسے لوگ حسرت سے تکتے رہیں گے

☆

بڑا احسان ہوتا کاش تم اتنا جو کر دیتے
مری بے رنگ غزلوں میں غزل کا رنگ بھر دیتے

یہ کیسی ہے وفاداری کہ بالکل بھول بیٹھے ہو
کبھی میری خبر لیتے، کبھی اپنی خبر دیتے

توجہ تھوڑی سی بھی تم مری جانب اگر دیتے
تو ہم بھی اپنی جاں قربان کرتے ہم بھی سر دیتے

پشیماں ہوں گناہوں پر مگر امید رحمت ہے
مجھے وہ کاش جنت کے کسی گوشہ میں گھر دیتے

زمانہ آپ کی چشم کرم سے فیض پاتا ہے
سمیعہؔ کی طرف بھی اِک نگاہِ لطف کر دیتے

☆

شمع الفت جلا لیا میں نے
تجھ کو تجھ سے چرا لیا میں نے

ایک کافر کو دے کر دل اپنا
روگ کیسا لگا لیا میں نے

آئی بے ساختہ جو تیری یاد
آنسوؤں میں چھپا لیا میں نے

دوست سمجھا تھا دشمنِ جاں کو
اپنے گھر میں بلا لیا میں نے

با وفا جان کر نسیم اس کو
راز دل کا بتا دیا میں نے

☆

ہم ادھر اشک اپنا بہاتے رہے
اور اُدھر تم کھڑے مسکراتے رہے

منہ سے انکار الفت جتاتے رہے
دل میں ہلچل سی لیکن مچاتے رہے

یہ انوکھا محبت کا انداز ہے
چھپ کے جلوہ وہ اپنا دکھاتے رہے

کوئی ٹھہرا نہ دل میں تمہارے سوا
کتنے آتے رہے کتنے جاتے رہے

آپ کو مجھ سے ملنے کی فرصت کہاں
آپ غیروں کی محفل سجاتے رہے

اس طرح سے ہمیں تم ستاتے رہے
سامنے آکے چلمن گراتے رہے

اے نسیم اپنی کوئی بھی منزل نہیں
ہم یونہی راہ میں آتے جاتے رہے

☆

ایک قطرہ کبھی پلکوں سے نہ گرنے دیں گے
زندگی ہم تجھے رسوا نہیں ہونے دیں گے

دن یہ کہتا ہے اندھیرا نہیں ہونے دیں گے
شب کی ضد ہے کہ سویرا نہیں ہونے دیں گے

جس کی الفت نے بنا ڈالا ہے دیوانہ ہمیں
اس کی الفت کو تماشا نہیں ہونے دیں گے

تجھ کو حسرت ہے مرے قتل کی تو شوق سے آ
ہم ترے قتل کا چرچہ نہیں ہونے دیں گے

ہر طرف اب تو چمن میں ہے خزاں کا موسم
رُت یہ کہتی ہے کہ برکھا نہیں ہونے دیں گے

دل میں ایمان کی حرارت ابھی باقی ہے نسیم
ہم اسے اور بھی ٹھنڈا نہیں ہونے دیں گے

☆

میرے دل کو کتنا سکون تھا مرا ماضی کیسا حسین تھا
مرا چین اُس نے چرا لیا جو مرے سکوں کا امین تھا

نہ گلہ ہے شعلۂ طور سے نہ یہ آگ آئی تھی دور سے
مرا گھر اُسی نے جلا دیا مجھے جس پہ پورا یقین تھا

میں نے لاکھ چاہا کہ غم مرا رہے خامشی کے حصار میں
مری خامشی کو وہ پڑھ گیا میرا دوست کتنا ذہین تھا

مری گودیوں کے جو پالے ہیں وہی دور گھر کے اُجالے ہیں
وہ ہوا کہ جس کا گماں نہ تھا، نہ ہوا وہ جس کا یقین تھا

مرا دوست جو کہ قریم تھا اس میں سایہ حجر تھا عظیم تھا
جہاں مل کر بیٹھتے تھے یک جگہ وہ بھی لمحہ کتنا حسین تھا

مرا آنگن جو کہ قدیم تھا اس میں سایہ حجر تھا عظیم تھا
جہاں مل کے بیٹھتے تھے یک جگہ وہ بھہ لمحہ کتنا حسین تھا

ہے نسیم تیرا عبث گلہ یہ ہے بے ثباتی کا معاملہ
مرے دل کو نور سے بھر دیا نہیں جس کا مجھ کو یقین تھا

☆

پُرانی کہانی پرانا فسانہ
نئی بات ہو تو سنے بھی زمانہ

الٰہی یہ بدلا ہے کیسا زمانہ
تبسم بھرے لب پہ غم کا فسانہ

محبت کی باتیں سہانی سی راتیں
کہاں چھپ گیا دھند میں وہ زمانہ

چمن بھی وہی پھول پتے وہی ہیں
گلوں کا مگر اب الگ ہے ترانہ

سکوں بھی ملے گا خوشی بھی ملے گی
گذاریں اگر زندگی درمیانہ

بلا کر کے چھپ جانا شیوہ ہے اس کا
نہ چھوڑا ہے اس نے مجھے آزمانہ

نسیمؔ آج بھی تیری پرسوز غزلیں
"بڑے شوق سے سن رہا ہے زمانہ"

☆

❁

داستاں آپ کو جب اُس نے سنائی ہوگی
ہے یقیں آپ کی بھی آنکھ بھر آئی ہوگی

اپنے رُخ سے جو نقاب اُس نے ہٹائی ہوگی
خرمنِ دل پہ نہ کیا بجلی گرائی ہوگی؟

وعدہ آنے کا کیا آپ نہ آئے لیکن
رات بھر آپ کو بھی نیند نہ آئی ہوگی

ہم سیہ کار و گنہگار سہی لاکھ نسیمؔ
ہے یقیں مجھ کو کہ سنوائی ہماری ہوگی

☆

مجھے درد اُس نے دیا چپکے چپکے
کیا زخم دل کو ہرا چپکے چپکے

سرِ عام دنیا کی نظروں سے ہٹ کر
تصور میں لیکن ملا چپکے چپکے

ہوا لائی ہے تیرے گیسو کی خوشبو
ترا نام جب بھی لیا چپکے چپکے

کبھی یاد رکھنا کبھی بھول جانا
محبت کی دی یہ سزا چپکے چپکے

بہت دیر آنسو بہاتی رہی ہوں
ترا نام جب بھی لیا چپکے چپکے

نسیم آئے خود ہی وہ جانِ تمنا
کرو اب خدا سے دعا چپکے چپکے

☆

اے اجل تجھ کو مجھے اتنا بتانا ہوگا
کس جگہ اور کہاں میرا ٹھکانہ ہوگا

جانے کس نام سے اب یاد کریگی دنیا
یوں لحد تک تو مرے پیچھے زمانہ ہوگا

زندگی میں تو بہت سے ہیں مسائل یارب
ہم نہ ہوں گے تو حقیقت بھی فسانہ ہوگا

اب تو کچھ بھی نہ رہی خواہشِ دنیا مجھ کو
فکر اس کی ہے جو لے کر وہاں جانا ہوگا

ہے یقین مجھ کو کہ جنت کا ملے گا گوشہ
کالی کملی میں مگر خود کو چھپانا ہوگا

یہ جو چھائی ہوئی رحمت کی گھٹا برسے گی
پھر تو بارش میں نہانے کا بہانہ ہوگا

آخری وقت اکیلے جو سفر ہوگا نسیم
سمت کیا ہوگی، کہاں میرا ٹھکانہ ہوگا؟

☆

دنیا ترے ستم کو چھپائے ہوئے ہیں ہم
بے کیف زندگی سے نبھائے ہوئے ہیں ہم

دامن کا داغ دھونے کی فرصت نہیں ہمیں
دل میں کسی کا راز چھپائے ہوئے ہیں ہم

اس کو مرا چراغ بجھانے سے کیا ملا
ہر دل میں اِک چراغ جلائے ہوئے ہیں ہم

ترکش سے اس کے تیر جو نکلا تو کیا ہوا
سینے میں کتنے زخم سمائے ہوئے ہیں ہم

جامؔ و سبو کو ساقیا لانے سے فائدہ
آنکھوں میں جو نشہ ہے پیئے جا رہے ہیں ہم

قدرت نے مجھ کو ظرف ہی ایسا عطا کیا
آنکھوں میں گو نمی ہے، ہنسے جا رہے ہیں ہم

دل میں نسیمؔ تیرے یقیناً خلوص ہے
جس کی وجہ سے ساتھ دیئے جا رہے ہیں ہم

☆

دلِ ناداں تمنائی بہت ہے
سنا ہے وہ بھی ہرجائی بہت ہے
وفا کی آس میں اِک عمر گزری
جفا میں اس کی گہرائی بہت ہے
تلاطم خیز ہے طوفاں میں کشتی
سمندر سے شناسائی بہت ہے
چلو چل کر ذرا منزل کو دیکھیں
سنا ہے اس کی اونچائی بہت ہے
بظاہر مجھ سے وہ رہتا ہے ناخوش
مگر میرا وہ شیدائی بہت ہے
کہاں ہے غم کے ماروں کا ٹھکانہ
نسیمؔ عالم تماشائی بہت ہے

☆

کس بہانے سے رُلائے گی ہمیں یہ دنیا
ہم تو بیٹھے ہیں یہاں سب سے کنارا کر کے

اب تو تنہائی کا شدت سے ہے، احساس مجھے
چل بسا ہے کوئی مجھ کو بے سہارا کر کے

عمر بھر جس کو سمجھتی رہی تو دوست نسیم
اُس نے دشمن کو بلایا تھا اشارہ کر کے

☆

اپنی حالت سنبھل گئی ہے ابھی
آبھی جاؤ کہ زندگی ہے ابھی

اک تجھے دیکھنے کی حسرت میں
سانس اپنی رُکی ہوئی ہے ابھی

ایسی دنیا کی کیا ہوس ہے تجھے
چار دن کی تو زندگی ہے ابھی

لاؤ دے دو مجھے جو دینا ہے
میرے حصہ کی جو خوشی ہے ابھی

جانے والو! ذرا ٹھہر جاؤ
دل کی دنیا تو سج رہی ہے ابھی

بادلو! سامنے سے ہٹ جاؤ
اس چمن میں کلی کھلی ہے ابھی

دنیا والو! نہ اتنا اِتراؤ
چند دن کی یہ زندگی ہے ابھی

زندگی میں تو بے رُخی سی رہی
ان کی آنکھوں میں بھی نمی ہے ابھی

بلبلو! اس قدر نہ شور کرو
آنکھ اس کی ذرا لگی ہے ابھی

ان کی آمد کی ہے خبر لیکن
رات اپنی تو ڈھل رہی ہے ابھی

آسماں کچھ خفا سا کیوں ہے نسیم
بندگی میں بڑی کمی ہے ابھی

☆

عجب ہے انداز اس جہاں کا کہ آشنا آشنا نہیں ہے
اب ایسا لگتا ہے جیسے کوئی کسی کو پہچانتا نہیں ہے
مروت آنکھوں سے جا چکی ہے خلوص دل میں ذرا نہیں ہے
مری محبت کی داد دیدو کہ اب بھی تم سے گلا نہیں ہے
تو مجھ کو جنت کا گوشہ دیدے اور اس جہاں میں عطا کر
علاوہ اس ایک مدعا کے مرا کوئی مدعا نہیں ہے
وہی زمیں ہے وہی فلک ہے وہی ہے سامانِ عیش وعشرت
مگر یہ کیا ہے کہ سب کے ہوتے وہ زندگی کا مزا نہیں ہے
کوئی بھی الزام تم لگا دو مری محبت پہ جو بھی چاہو
یقین مانو کہ میرے دل میں کوئی تمہارے سوا نہیں ہے

☆

# کالی گھٹا سے کچھ شکایت

اۓ مری کالی گھٹا کیوں آج برسنا تھا ضرور
سامنے مہمان کے گھر میں ٹپکنا تھا ضرور
کیوں غریبی پر کسی کے تجھ کو ترس آتا نہیں
جبکہ تیرے سامنے اس کا کوئی چارہ نہیں
مجھ کو جب تیری ضرورت ہو تو اتراتی ہے تو
اس طرح سے خود کسانوں کو رلا دیتی ہے تو
کاش تجھ میں بھی جو پیدا درد کا احساس ہو
پھر کسانوں کے بھی جینے کی ذرا کچھ آس ہو
آتی ہے جب جوش میں سب کو بہا دیتی ہے تو
اور کبھی چند بوند کو بھی دل کو ترساتی ہے تو
اے مری کالی گھٹا تو نے کبھی سوچا بھی ہے
تیرے پانی کے سہارے ہی زمیں پہ کوئی بوتا بھی ہے

کان میں رِم جھم کی جس وقت مرے آتی ہے صدا
اور چمک کر بجلیاں دیتی ہیں دل کو یوں ڈرا

کالی کالی وردیاں پہنے رہتی اس طرح
جنگ کے میدان میں بجتی ہیں فوجیں جس طرح

بادۂ عیش و مسرت سے سراپا شاد ہے
اور تری آواز میں کچھ سوز ہے کچھ ساز ہے

کوئلیں رُو کر سناتی رہتی ہیں جب داستاں
بلبلا کر پوچھتے ہیں تب پپیہے پی کہاں

مختصر یہ کہ اب کہانی ختم ہوتی ہے مری
اس کے پیچھے دل میں جو کچھ بدگمانی تھی مری

☆

(۱) حرم میں لے چلو مجھ کو کہ بت خانے میں رہنے دو
تصور ایک ہے میرا کسی خانے میں رہنے دو
چمن میں جی نہیں لگتا ہے ویرانے میں رہنے دو
یہ ہے دیوانہ پن تو اس کو دیوانے میں رہنے دو
یہ رسوائے سرِ بازار بن کر رہ نہیں سکتی
محبت ہے اِسے دل کے نہاں خانے میں رہنے دو
پلانا چاہتے ہو تو پلا دو اپنی آنکھوں سے
سبو کو جام کو ساغر کو میخانے میں رہنے دو
جنابِ شیخ دنیا کی ریاکاری سے گھبرا کر
چلے آئے ہیں میخانے تو میخانے میں رہنے دو
تمہارے دل کی بے تابی کا منظر سامنے رکھ دے
کوئی ایسا بھی ٹکڑا اپنے افسانے میں رہنے دو

(۲) چمن میں جی نہیں لگتا ہے ویرانے میں رہنے دو
ہمارا نام لیکن اپنے دیوانے میں رہنے دو
مثالِ شمع میرا نام پروانے میں رہنے دو
تم اپنی یاد مرے دل کے کاشانے میں رہنے دو
کہانی جو بھی سچی ہے وہ افسانے میں ڈھلتی ہے
تم افسانہ سمجھتے ہو تو افسانے میں رہنے دو
نہ اب مئے کی طلب ہے اور نہ ہاتھوں میں سکت باقی
سبو کو جام کو مینا کو میخانے میں رہنے دو

(۳) بدل جائے گا گلشن میں جو ویرانے میں رہنے دو
تم اپنی یاد میرے دل کے کاشانے میں رہنے دو
نسیمؔ اشکوں کے گرنے سے یہ راز افشاں نہ ہو جائے
ان اشکوں کو ابھی آنکھوں کے پیمانے بھی رہنے دو

☆

پل پل میں رنگ ایسا بدلتی ہے زندگی
کیسے کہوں کہ کیسی گذرتی ہے زندگی

ہنستی ہے صبح، شام کو روتی ہے زندگی
جھونکے میں اِک ہوا کے بکھرتی ہے زندگی

غیروں کے گھر میں پھول کی چادر ہے ہر طرف
کانٹوں کی سیج پر یہاں سوتی ہے زندگی

ائے انقلاب تو نے تو جینا سکھا دیا
تیغوں کے سائے میں یہاں پلتی ہے زندگی

ساقی پلا دے آج کچھ ایسا کہ خوش رہوں
ہوش آنے پر خوشی کو ترستی ہے زندگی

میں ہوں گناہ گار مگر تو رحیم ہے
اِس آس میں نسیم کی کٹتی ہے زندگی

☆

مجھے گفتگو کا ہنر نہیں مری خامشی میں کمال دے
جو زبان سے اپنی نہ کہہ سکی اُسے دل میں اُس کے تو ڈال دے

تری ذات ذات صفات ہے ترے ہاتھ میں یہی نجات ہے
مرے حال کی ہے تجھے خبر مجھے اس گھٹن سے نکال دے

میرے دل میں جذبہ ہے موجزن میرے حوصلے میں ہے یہ لگن
کوئی کام ایسا یہاں کروں کہ زمانہ میری مثال دے

تجھے بھول جانے کا فیصلہ تہہ دل سے ہم نے کیا مگر
کوئی راہ ایسی نہ تھی کہ جو تجھے میرے سے نکال دے

یہ نسیم عاصی ضرور ہے مجھے پھر بھی تجھ پہ غرور ہے
تیری رحمتوں کا ہے واسطہ فقط اِک نگاہ تو ڈال دے

☆

دنیا کے ہر ستم کو سہے جا رہے ہیں ہم
بے کیف زندگی بھی جیئے جا رہے ہیں ہم
عقبٰی کی کوئی فکر نہ خوفِ خدا ہے آج
دنیا کی بس ہوس میں مٹے جا رہے ہیں ہم
ساقی عبث ہے جام بڑھانے کا فیصلہ
آنکھوں میں جو نشہ ہے پیئے جا رہے ہیں ہم
اب تو متاع زندگی باقی نہیں رہی
انجام کی خلش کو لئے جا رہے ہیں ہم
اپنوں کی بات راز ہے رہنے دے اے نسیمؔ
غیروں سے بھی نباہ کئے جا رہے ہیں ہم

☆

ہم وفا کرتے رہے اور وہ جفا کرتا رہا
ساتھ مرے عمر بھر یہ حادثہ ہوتا رہا

وہ سہانی شام اور دلکش فضا کالی گھٹا
ساتھ میں مل بیٹھنے کا سلسلہ جاتا رہا

زندگی کے چار دن بھی کاش کٹتے پُرسکوں
زندگی میں زندگی کا حوصلہ جاتا رہا

گھر کے آنگن میں کبھی رہتا تھا جو ایک جمگھٹا
چائے پینے اور پلانے کا مزہ جاتا رہا

داستاں دل کی تو اپنی راز میں رکھ اے نسیمؔ
سننے والا بھی وہی ہے جو دغا کرتا رہا

☆

# دورِ جدید کا منظر

تم کہاں ہو ہم کہاں ہیں بٹ گئی ہے زندگی
دیس اور پردیس میں بکھری ہوئی ہے زندگی

امن کی خاطر جہاں میں در بدر ہوتے رہے
دور پُر آشوب ہے سہمی ہوئی ہے زندگی

کیا یہی ہے زندگی؟ جینا اسی کا نام ہے
کار سازِ زندگی سے پوچھتی ہے زندگی

کیا اب اس کے آگے کوئی اور دروازہ نہیں؟
موت کے در پر جو دستک دے رہی ہے زندگی

کس طرف جاؤں جہاں کہ امن کا گلشن ملے
اۓ فلک تو ہی بتا دے پوچھتی ہے زندگی

ساز جب جب رُک گئے ہیں تھم گئی ہے زندگی
رقص جب کرنے لگے تو چل پڑی ہے زندگی

اللہ اللہ کیا کشش ہے سادگیٔ حسن میں
کیا قیامت ڈھاتی سب پر گر سنورتی زندگی

آ کسی منزل کا کر لیں اب تعین اۓ نسیمؔ
بے ارادہ چلتے چلتے تھک گئی ہے زندگی

☆

اب حالِ غمِ دل کا آنکھوں سے بتانا ہے
لب کو نہ ہلانا ہے آنسو نہ بہانا ہے
ماضی کو کسی طرح اب بھول ہی جانا ہے
گذری ہوئی باتوں کو اب کس کو سنانا ہے
موجودہ زمانہ بھی کیسا یہ زمانہ ہے
کل تک جو حقیقت تھی وہ آج فسانہ ہے
ایماں کی حرارت کا احساس دلانا ہے
اسلام کی شمع کو گھر گھر میں جلانا ہے
دنیا کے حوادث سے بچوں کو بچانا ہے
توحید عقیدت کا ہر دل میں جلانا ہے
پہلی سی محبت اب ڈھونڈنے سے نہیں ملتی
غیروں کی مگر محفل جا کر کے سجانا ہے
اپنے ہوں کہ بیگانے تفریق نہیں کرنی
اب ایک ہی محفل میں سبھی کو بیٹھانا ہے
حیرت ہے نسیمؔ اس پر جو سامنے منظر ہے
اپنا جو کبھی گھر تھا اوروں کا ٹھکانہ ہے

☆

مسکراؤ کہ زندگی کم ہے
گنگناؤ کہ نغمگی کم ہے
آ بھی جاؤ کہ تیرگی ہے بہت
دل کے اندر کی روشنی کم ہے
ہر چمن اب اُداس سا کیوں ہے
کیوں گلوں میں بھی تازگی کم ہے
گھر کا منظر سہانا تھا پہلے
اب اُسی گھر میں دلکشی کم ہے
شاید اب ہے فلک بھی بدظن سا
خود میں احساسِ بندگی کم ہے
کس قدر ہے حسین یہ محفل
ہاں مگر اس میں خوشدلی کم ہے
پہلے کھل کر نسیم ہنستی تھی
اس کے لب پر بھی اب ہنسی کم ہے

☆

راہِ وفا میں ہم نے تو اونچا مقام کر دیا
اس کے ہر اِک ستم کو ہم نے وفا کے نام کر دیا

اپنی انا کے قید میں ہم رہے قید ہی مگر
اُس نے بڑے تپاک سے آ کر سلام کر دیا

اُس کے سلام کا جواب دینا تو فرض ہو گیا
میں نے بھی آج یہ غزل اس کے ہی نام کر دیا

یاد جب اُس کی آ گئی وحشتِ دل بڑھا گئی
نکلے جو اُس کو ڈھونڈنے صبح سے شام کر دیا

چاہا تھا اُس سے روبرو ہم بھی کریں کچھ گفتگو
بھیڑ وہیں پر رُک گئی رستہ کو جام کر دیا

پڑھنے سے دل بہل گیا وقت بھی تھوڑا کٹ گیا
کہہ کر نسیم نے غزل اِک بڑا کام کر دیا

☆

مجھے شاعری کا جنون ہے
اور اسی میں دل کو سکون ہے
مجھے راہِ حق پر چلا خدا
جو کہ ایمان کا ستون ہے

☆

ایک دل تھا جو تھا فقط اپنا
اب تو وہ نہیں رہا اپنا
ان کے جانے پر یہ ہوا محسوس
یعنی اپنا وجود ہے سپنا

☆

کچھ نئے انداز سے قصہ بیاں تو کر دیا
عہدِ ماضی کی ہی لیکن داستاں اچھی لگی

☆

## "عکس ماضی" بہ عنوان یہ غزل

شام و سحر کی شوخیاں رہتی جن میں مستیاں
دل کی وہ شادمانیاں جانے کہاں چلی گئیں

کہتی تھی جو کہانیاں سنتے تھے مل کے سب کے سب
گھر میں بسی تھیں بستیاں جانے کہاں چلی گئیں

شامِ غزل کے نام سے اپنی بھی ایک شام تھی
جس میں پڑھیں رباعیاں جانے کہاں چلی گئیں

عمرِ رواں گذر گئی اب اسے ڈھونڈیے کہاں
عزت مآب ہستیاں جانے کہاں چلی گئیں

سبزے میں لپٹی وادیاں پھولوں پہ بیٹھی تتلیاں
جھولے جھلاتی ڈالیاں جانے کہاں چلی گئیں

حسن اداس اداس ہے عشق بھی ہے بجھا بجھا
لٹتی لٹاتی مستیاں جانے کہاں چلی گئیں

باغوں میں جھولا ڈال کر جھولتی تھیں سہیلیاں
دکھلا کے اپنی جھلکیاں جانے کہاں چلی گئیں

چہرے پہ سرخئ حیا آنکھوں میں دل کی داستان
کانوں میں پہنے بالیاں جانے کہاں چلی گئیں

بادِ نسیم کا وہ لمس دل کو جو گدگداتا تھا
اس کی کرم نوازیاں جانے کہاں چلی گیں

☆

# نظمیں

# اُستاد مومن خاں کی روح سے معذرت کے ساتھ

کبھی ہم میں تم میں تھی دوستی کبھی ہم سے بھی تمھیں پیار تھا
کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کبھی در پہ آکے پکارنا کبھی بام سے ترا جھانکنا
پھر ملا کے ہاتھ کو کھینچنا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کبھی راز و نیاز کی گفتگو کبھی شکایتوں بھری داستان
مجھے یاد ہے تری ہر ادا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کبھی آنکھ اپنی جو لگ گئی تری یاد آکے جگا گئی
رہا روز و شب کا یہ مشغلہ تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کبھی صبح کو کبھی شام کو وہ سنہری دھوپ کی چھاؤں میں
میرے گھر پہ آکے وہ بیٹھنا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

مرا حال غیر سے پوچھنا کبھی آکے دور سے دیکھنا
مجھے سب ہے یاد ذرا ذرا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کبھی حسب وعدہ ملے جو تم گئے اٹھ کے جلد چلے بھی تم
پھر پلٹ کے بارہا دیکھنا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

تجھے دیکھنے کی تڑپ ہمیں کبھی در پہ ترے جو لے گئی
تو گرا کہ چلمن کو جھانکنا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

ہے نسیم کی اب یہ التجا رکھے قائم تجھ کو خدا صدا
ہے لب پہ اپنے بس یہ دعا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

☆

# مظفر پور کی حویلی ماضی کے پس منظر میں

پرکھوں کی جو یاد آئی دل تڑپا بہت روئے
بیتے ہوئے لمحوں کو سونچا تو بہت روئے
کل تک جو حویلی میں اک جشنِ بہاراں تھا
آج دیکھا جو حویلی میں سناٹا بہت روئے
اب حال و مستقبل کچھ بھی نہ رہا اپنا
ماضی کے دریچوں سے جھانکا تو بہت روئے
اک خواب سُنہرا جو دیکھا تھا کبھی ہم نے
اس خواب کا شیرازہ بکھرا تو بہت روئے
جس در پہ دیا ہم نے جلتا ہوا چھوڑا تھا
اس در پہ اندھیرا جو دیکھا تو بہت روئے
اک اپنا چمن بھی تھا اک اپنا بسیرا تھا
اُجڑا ہوا باغیچہ دیکھا تو بہت روئے
پہنچے جو حویلی میں کوئی نہ ملا اپنا
غیروں کی صدا سن کر سونچا تو بہت روئے
ماضی کا حسیں منظر آنکھوں سے نہیں ہٹتا
اک عکس نسیمؔ اس کا اُبھرا تو بہت روئے

☆

# "نظم" عکس ماضی کی یاد کی اِک جھلک

بیٹھے بیٹھے یہ کس کا خیال آگیا
زندگی میں اچانک وبال آگیا

ایک لمحہ جو گذرا صدی کی طرح
دل کی ساری خوشی پر زوال آگیا

آج پھر ایک تازہ نظم ہوگئی

ہم نے کچھ نہ کہا اور سنا بھی نہیں
کیسی آواز کانوں سے ٹکرا گئی

لب بھی خاموش تھے بات کچھ بھی نہ ہوئی
بے کلی جانے کیوں اور سوا ہوگئی

آج پھر ایک تازہ نظم ہوگئی

یاد ماضی کی آئی تو دل بجھ گیا
ذہن اِک کشمکش میں اُلجھ سا گیا

کوئی چارہ نہیں کوئی بہانہ نہیں
پھر سے پلٹے نسیم یہ زمانہ نہیں

آج پھر ایک تازہ نظم ہوگئی

☆

# سہرا و رخصتی نامہ

# سہرا

بہ تقریب شادی خانہ آبادی عزیزم عسکری حیدر سلمہٗ

بمقام شریف کالونی، پٹنہ، ۸/نومبر ۲۰۱۲ء

آج کی شام عسکری حیدر کے نام - اس منظر کے پسِ منظر میں

سر پہ حیدر کے جو یہ زر کی لڑی سہرے میں ہے
ایسا لگتا ہے کہ زہرہ مشتری سہرے میں ہے

ماں کے دل کی آرزو حسرت لگن سہرے میں ہے
دونوں بہنوں کی محبت دلکشی سہرے میں ہے

بندکلیوں کو پرویا اس طرح مالن نے آج
ہے گماں سب کو کہ موتی کی لڑی سہرے میں ہے

دیکھ کر بیٹے کو دولا ہوگئے ساجد نہال
تھی جو مدت سے تمنا وہ گھڑی سہرے میں ہے

ایک صدا جنت سے آئی وہ ہے امی کی دعا
روح ان کی ساتھ ہے ان کی کمی سہرے میں ہے

آج ساجد کے محل میں چاندی شب کی طرح
جس کے گھر روشن ہوا وہ روشنی سہرے میں ہے

باندھ کر سہرا چچا بھی کس قدر مسرور ہیں
لب پہ ہے ہلکی ہنسی سچی خوشی سہرے میں ہے

شہنواز جب آگئے محفل کی رونق بڑھ گئی
اُن کی چاہت ہر طرف لپٹی ہوئی سہرے میں ہے

اے نئی دلہن ہمیشہ رکھنا اہل خانہ کا خیال
عہد ماضی کی روایت اور خودی سہرے میں ہے

دل جگر کو تھام کر لکھ تو گئی سہرا نسیمؔ
پھر بھی اِک احساس دل میں اور دعا سہرے میں ہے

☆

# سہرا

به تقریب شادی خانہ آبادی سید فیض احمد سلمہ فرزند سید خورشید محمد محسن سلمہ

بمقام کنکر باغ، ۲۳ر دسمبر ۲۰۱۴ء

مبارک ہو تمہیں خورشید بندھا بیٹے کے سر سہرا
دعا ہے اہل خانہ کی اسی کا ہے ثمر سہرا

مبارک ہو چچی کو اور پھوپھی کو خالہ مامی کو
سجا ہے فیض کے سر پر ہے کتنا معتبر سہرا

نئی دلہن نئے گھر میں تیرا آنا مبارک ہو
بڑی خوبی کا پیکر ہے تیرا یہ ہمسفر سہرا

چچا نے اپنے سینے سے لگایا اور ماموں نے
چمک اتنی بڑھی شرما گیا شمس و قمر سہرا

مونیزہ لائی ہیں ہاتھوں سے اپنے گوندھ کر سہرا
محبت کی یہ خوشبو سے ہوا ہے تر بہ تر سہرا

خوشی سے رو پڑے شیراز بھائی سے گلے مل کر
بنا ہے پھول سے کتنا معطر خوب تر سہرا

دعا جنت سے دادا اور نانا کی بھی شامل ہے
عجب ہی شان ہے اس کی بنا لعل و گوہر سہرا

سفر کی کچھ تھکاوٹ بھی نہیں ظاہر ہے چہرے سے
خوشی آج ماموں نے جو دیکھا اک نظر سہرا

جھکا جاتا ہے قدموں پر لپٹ جاتا ہے ابو سے
الگ ہونے نہیں پاتا ہے کتنا پُر اثر سہرا

مبارک ہو تجھے اے فیض شادی خانہ آبادی
بڑی چاہت سے نانی نے لکھا ہے مختصر سہرا

کلی دل کی کھلی شہلا کی دیکھو آج گلشن میں
الگ انداز ہے اس کا حسیں ہے کس قدر سہرا

☆

# سہرا

بہ تقریب شادی توصیف حسن سلمہ، ۲۵ر نومبر ۲۰۱۱ء بمقام دوارکا، دلّی

اپنے دامن میں سموئے ہوئے عنبر سہرا
سرِ توصیف پہ ہے حسن کا زیور سہرا

غم خوشی دونوں کا ہے آج یہ سنگم سہرا
شاہدہ کی ہے تمنا کا یہ پیکر سہرا

والد عظمت کی سی ہے باطنی عظمت اس میں
فیض سے جن کی بدولت ہوا خوشتر سہرا

شاہدہ حد سے سوا آج نہ کیوں شاد رہیں
کہ ہوا اُن کی دعاؤں سے منور سہرا

کتنا لبریز ہے خوشیوں سے میاں سیف کا دل
ایک بھائی کی محبت کا ہے مظہر سہرا

کھل اُٹھے ہیں لبِ شہلا پہ مسرت کے گلاب
ایسا پھولوں سے ہے شاداب معطر سہرا

ہو کے خوش آج سرِ بزم یہ کہتی ہیں پھوپھی
خوبصورت ہے بہت اور قدآور سہرا

ہو مبارک تجھے شادی کا سہانا منظر
زیب دیتا ہے بہت آپ کے رُخ پر سہرا

دل سے کرتی ہوں دعا آج یہ اے لختِ جگر
زندگی میں ترے شامل رہے رہبر سہرا

شاد ہیں ماموں چچا اور چچی بھی ہیں نہال
مالن لائی ہے جو جوہی کا بنا کر سہرا

خالہ مامی بھی نظر آتی ہیں مسرور بہت
ان کے لب پر ہے دعاؤں کا تناور سہرا

رُوح ابّا کی یہ دیتی ہے دعا جنت سے
یوں ہی چمکے میرے بیٹے ترے سر پر سہرا

شاہدہ روک نہ پائیں اس خوشی میں آنسو
مل گیا آکے گلے سے جو لپٹ کر سہرا

دل میں سب کے ہے خوشی آنکھ مگر پرنم ہے
پیش کرتا ہے جو ماضی کا یہ منظر سہرا

نانی امّاں نے کہا ہے جو زمینِ غالبؔ
دلی جذبات کا ہے عکس سخنور سہرا

☆

## نانی اماں کی دعاؤں کا اثر ہے سہرا

### بہ تقریب شادی خانہ آبادی عزیزم سیف حسن سلمہ

مورخہ ۳۰ نومبر ۲۰۰۶ء بروز جمعرات، بمقام دہلی

تصور میں بہت پہلے جو تھا اک خواب سا سہرا
حقیقت میں رُخِ روشن پہ ہے مہتاب سا سہرا

مبارک شاہدہ عظمت مبارک ہو چچا سب کو
پھوپھی بھی اور چچی بھی لائی ہیں کیا خوشنما سہرا

گلابوں میں مزین لایا ہے ماموں نے جو سہرا
ممانی کی تمنا اور ارمانوں سے بھرا سہرا

دعا ہے باپ ماں کی دیکھیں گلزار ہے سہرا
کہ جنت ان کے قدموں میں ہے ان کا پیار ہے سہرا

مبارک چھوٹے بھائی کو ابھی لندن سے آئے ہیں
اور اپنے ساتھ خوشیوں کا مہکتا ہار لائے ہیں

خدایا نانا نانی کی دعاؤں میں اثر دے دے
پھلے پھولیں دلہا دلہن وہ سہرے میں گہر دے دے

خوشی میں مست ہیں جاوید شیریں اور شہلا بھی
مہک اُٹھی فضا خورشید نے باندھا جو یہ سہرا

خوشی میں جو چھلک پڑتے ہیں ماں کی آنکھوں سے آنسو
تو سہرے سے نکلتی ہے وفا و مہر کی خوشبو

مبارک ہو تجھے اے سیف یہ ارماں بھرا سہرا
چمک اس کی رہے قائم جو سر پر ہے بندھا سہرا

وفاداری کے پیکر میں یہ دلہن گھر میں آئی ہے
دعا یہ ہے نسیمؔ اپنی رہے شاداب یہ سہرا

☆

# سہرا

به تقریب شادی عزیزم شرف الہدیٰ سلمہ

۲۰/ستمبر ۲۰۱۰ء، ۳۲ پاٹلی پترا کالونی، پٹنہ

خدا اس کو سلامت رکھ ہدیٰ کی یہ نشانی ہے
حقیقت میں پس پردہ اک ماں کی زندگانی ہے
منظر خوشی کا دیکھئے ارض و سماں میں ہے
خوشبو شمیم کی یہاں پورے مکاں میں ہے

ماں کی آنکھوں کا خواب ہے سہرا
کتنا عزت مآب ہے سہرا
دو دلوں کا ملاپ ہے سہرا
زندگی کی کتاب ہے سہرا

ایک ایک پھول اِک ستارہ ہے
حسن میں ماہتاب ہے سہرا

اس میں خوشبو بھی ہے چمک بھی ہے
یہ سنہرا گلاب ہے سہرا

شاد ہیں خالہ اور پھوپھی دونوں
دعائے دل کی کتاب ہے سہرا

نئی دلہن جو گھر میں آئی ہے
نئی صدی کا اِک باب ہے سہرا

شوبی لائی ہیں پیارے سے بھاوج
چاہتوں کا جواب ہے سہرا

روح ابّا کی خوش ہے جنت میں
اس طرح کامیاب ہے سہرا

خالہ امّی کی ہے دعا رب سے
یونہی شاداب یہ ہے سہرا

اس خوشی میں بھی آنکھ نم کیوں ہے
اس کا واحد حساب ہے سہرا

مست ہے سن کے اہلِ بزم نسیمؔ
گویا دورِ شراب ہے سہرا

☆

# رخصتی نامہ

بہ تقریب عقد مسنونہ، مورخہ ۵؍فروری ۲۰۱۳ء۔ عزیزی منیزہ سلمہا
بنت خورشید محمد محسن ہمراہ ڈاکٹر راحب فرید ابن ڈاکٹر فرید
بقلم خاص نانی صاحبہ سمیعہ تسنیم، کنکر باغ، پٹنہ

عورت اللہ نے پیدا کیا الفت کے لئے
بیٹی بنتی ہے یہ ماں باپ کی خدمت کے لئے

پھر بہن بنتی ہے بھائی سے محبت کے لئے
سب کو چھوڑ آتی ہے شوہر کی رفاقت کے لئے

جا کے بیگانوں کو یہ اپنا بنا لیتی ہے
اپنے دامن میں بھرا پیار لٹا دیتی ہے

پیکر جذبۂ ایثار و وفا ہے بیوی
نعمت خاص ہے خالق کی عطا ہے بیوی

ذکر شوہر ہی میں مصروف ثنا ہے بیوی
جیسا شوہر ملے راضی بہ رضا ہے بیوی

بڑھ کے شوہر سے کسی کو نہ بڑا مانتی ہے
بعد اللہ کے شوہر کو خدا مانتی ہے

مقصد شادی ہے دو روحوں کا یکجا ہونا
دو گھرانوں میں نئے رشتوں کا پیدا ہونا

اجنبی گھر میں بھی ایک پل میں شناسا ہونا
سب کے دکھ سکھ میں برابر ہی کا حصہ ہونا

شادی تکمیل تقاضائے خوش اخلاقی ہے
سلسلہ نسلوں کا شادی کے سبب باقی ہے

نئے ماں باپ کے گھر جاتی ہے بیٹی بن کر
ہمسفر بنتی ہے شوہر کی یہ بیوی بن کر

نند دیور کی بہن بنتی ہے بھابھی بن کر
پیار برساتی ہے ممتا کی یہ دیوی بن کر

ایک دلہن گھر کے لئے رشکِ جناں بنتی ہے
پاتی معراج ہے جب بیوی سے ماں بنتی ہے

آج تو بارش رحمت ہے یہاں گل افشاں
تہنیت کے بھی سبھی پھول لٹاتے ہیں یہاں

ہیں چچا اور چچی خالہ بھی کتنے شاداں
اور پھوپھی ماں بھی ہیں اس شادی میں کتنا نازاں

سارے ماموں جو یہاں آئے سفر طے کر کے
لائے ہیں ہار دعاؤں کا وہ دامن بھر کے

راحتِ زیست منیزہ کو ہے خالق کی عطا
مثل خورشید ضیابار ہے شہلا کی دعا

فیضی، شیراز کی خوشیوں کا بھلا کیا کہنا
مل گیا آج یہ نانی کی دعاؤں کا صلہ

جس طرف دیکھو مسرت کی گھٹا چھائی ہے
در پہ خورشید کے خوشیوں کی بارات آئی ہے

☆

# رخصتی نامہ

بہ تقریب شادی خانہ آبادی، مورخہ ۲؍دسمبر ۲۰۱۶ء۔ عزیزہ ثمرین سلمہا

بنت سید عارف حسن سلمہ

بقلم خاص سمیعہ تسنیم، کنکرباغ، پٹنہ

مسرت کی گھڑی آئی ہے لیکن غم بھی لائی ہے
لبوں پہ مسکراہٹ ہے اداسی دل میں چھائی ہے

خدا کا شکر ہے اس نے خوشی کا دن دکھایا ہے
کوئی ارمان کا پیکر آج اپنے گھر میں آیا ہے

مگر دل کی جو حالت ہے بیاں میں کرنہیں سکتی
حقیقت جو نہاں ہے وہ عیاں میں کرنہیں سکتی

جدائی سے تری دل کو میں اب مانوس کرتی ہوں
بڑی شدت سے اب تیری کمی محسوس کرتی ہوں

مبارک ہو ترے سر پہ نیا سہرا نیا جوڑا
خدا سے یہ دعاء ہے خوش رہے تو پار ہو بیڑا

حقیقت میں پرائے گھر کو اپنا گھر بنانا ہے
محبت سے اخوت سے شرافت سے نبھانا ہے
مری بیٹی تمھیں اب اک نئی محفل سجانا ہے
دیا الفت کا ہر چھوٹے بڑے دل میں جلانا ہے

بڑے ارمان سے ابّا نے سہرا زر کا باندھا ہے
بڑی چاہت سے امی نے گودیوں میں تم کو پالا ہے
زاہدہ یونس کو بھی میری مبارک باد ہے
جشن میں ڈوبا ہوا دیکھو یہ حیدر آباد ہے

بڑی چاہت سے نانا نے بھی سینے سے لگایا ہے
نئے انداز سے ماموں نے محفل کو سجایا ہے
بھرے جذبوں سے دادی اور نانی کی دعائیں لو
ہمیشہ خوش رہو تو بس یہی دل کی صدا سن لو

اب کل تلک جو اجنبی تھا آج اپنا ہو گیا
شکر ہے کہ ہمسفر کے روپ میں عمار تم کو مل گیا
ترے جانے سے عاکف بھائی کا گلشن ہے سناٹا
ترا بچپن جہاں گذرا تھا وہ آنگن ہے سناٹا

فضا دلکش، سہانی شام آئی ہے جب چچا پہنچے
صدا خوشیوں کی گونجی ہار ہاتھوں میں لیے پہنچے

☆

## مصرعہ طرح یوں تھا ( کہ رفتہ رفتہ دل سے اُتر رہے ہیں لوگ )

شور میں بھی مگر لاشعور شامل ہے
کہ رفتہ رفتہ دل سے اتر رہے ہیں لوگ

خلوص میں ہے صداقت نہ پیار میں لذت
یہی سبب ہے جو دل سے اُتر رہے ہیں لوگ

نیا زمانہ نئی ہے چلن زمانے کی
بغیر آگ کے دیکھا کہ جل رہے ہیں لوگ

نہ جانے کون سی منزل پہ جا رہے ہیں لوگ
کہ اپنے آپ سے خود ہی بکھر رہے ہیں لوگ

کسی کے گھر میں جنازہ پہ شور برپا ہے
کسی کے گھر میں جو دیکھو سنور رہے ہیں لوگ

بڑے بزرگوں سے پہلے عزیز ڈرتے تھے
اب اپنے آپ ہی بچوں سے ڈر رہے ہیں لوگ

بڑے سکون سے گذرا تھا ماہ وسال اپنا
اب شام ہوتے ہی گھر میں بھی ڈر رہے لوگ

غمِ حیات کا قصہ سنائیں اب کس کو
کہ سننے سے بھی حذر اب کر رہے ہیں لوگ

نسیمؔ تیرے سخن میں کچھ ایسا نشہ ہے
پیے بغیر ہی محفل میں گر رہے ہیں لوگ

☆

# ۲۵/ جولائی کی شام محتشم اور نغمہ کے نام

دلی تاثرات کا اظہار پیاری بیٹی صوبیہ اور سمیع کی شادی کے پُرمسرت موقع پر

بقلم خاص منجھلی آپا، کنکر باغ، پٹنہ

محتشم سلمہ اور نغمہ کو دلی مبارک باد

آج کی شام محتشم نغمہ کے نام
محبت کا پیغام جذبوں کا احترام

سمیع کا ترے گھر میں آنا مبارک
نئے گھر میں بیٹی کا جانا مبارک

مبارک ہو نغمہ کو داماد آیا
محبت عقیدت کی سوغات لایا

دعا ہے یہ دل کی رہیں خوش ہمیشہ
نبھائیں یہ باہم ہوا ہے جو رشتہ

یہ سوچا تھا خوشیاں منائیں گے ہم بھی
گلے صوبیہ کو لگائیں گے ہم بھی

مگر سوچ میری تو حسرت ہی رہ گئی
اور حسرت مری دونوں پلکوں سے بہہ گئی

ہمیں یاد ماضی کی آتی بہت ہے
اور یاد آکر اکثر رُلاتی بہت ہے

بندھے تیرے بیٹے کے سر پر بھی سہرا
خوشی کا پلاؤ کھلاؤ دوبارا

مبارک ہو یاسر کو اور فاریہ کو
نئے بھائی کی آمد سے خوشی ہے سبھی کو

☆

ہم نے وفا کی راہ میں اونچا مقام کر دیا
اس نے جو کی جفا اسے وفا کے نام کر دیا

اپنی انا کی قید میں ہم رہے قید ہی مگر
اُس نے بڑے تپاک سے آ کر سلام کر دیا

اُس کے سلام کا جواب دینا تو فرض ہو گیا
میں نے بھی آج یہ کلام اس کے ہی نام کر دیا

یاد جب اُس کی آ گئی وحشتِ دل بڑھا گئی
نکلے جو اُس کو ڈھونڈنے صبح سے شام کر دیا

چاہا تھا اُس سے روبرو، ہم بھی کریں گے گفتگو
بھیڑ وہیں پر رُک گئی رستہ کو جام کر دیا

پڑھنے سے دل بہل گیا وقت بھی تھوڑا کٹ گیا
کہہ کر نسیم نے غزل کوئی تو کام کر دیا

☆

## بطور یادگار آصف و شہلا کے نام چند سطور

وطن واپسی اسٹریلیا سے، ۲۰؍فروری ۲۰۰۹ء

نیا بنگلہ نیا صوفہ ہو مبارک آصف
نئی موٹر نئی ٹی وی ہو مبارک آصف

گھر کا اک خواب جو شہلا نے کبھی دیکھا تھا
شکر اللہ کا کہ وہ آج حقیقت نکلا

آج کا دن تو بہت ہی اِک خوشی کا دن ہے
اس میں رحمت رہی شامل وہ یہ لفظِ کن ہے

تیرے آنگن میں جو اک چاند و سورج نکلا
نام ریّان و صوفیہ کا ہے اس میں نکلا

اس چمن میں جو کبھی بادِ بہاری گذرے
کہیں جو ہی کہیں چمپا کہیں بیلا مہکے

ہے دعا یوں ہی ہمیشہ سب شاد رہیں
رہتی دنیا تک یہ بچے مرے آباد رہیں

کام دنیا کا کرو دین مگر ساتھ رہے
پرچم اسلام کا ہر وقت ترے ہاتھ رہے

ہم مسافر ہیں چلے جائیں گے کچھ دن رہ کر
دل بہت خوش ہوا شہلا کے اس گھر میں رہ کر

بہت پیاری پیاری ہے صوفیہ یہ پوتی
ہوا موڈ تو خوب باتیں ہے کرتی

یہ انگلش زبان میں ہے اردو ملائی
بہت پرکش ہے ادا اس کی ساری

ہے ریّان تھا جو پوتا ہمارا
بہت خوبرو ہے بہت بھولا بھالا

ہے ریّان سے مرا دل بھی بہلتا
بڑے چین سے میرے بستر پر سوتا

شہلا نے بھی اچھا کھانا کھلایا
اور شیرمال روٹی نے لذّت بڑھایا

کھانے میں اک دن مرغ مسلّم پکایا
سبھوں نے بڑے شوق سے اس کو کھایا

جاتے جاتے یہ امّی کی ہے دعا تیرے لئے
تجھ کو گلشن ہو مبارک اور سفر میرے لئے

☆

# سید حسن انجینئر کی رحلت پر نذرانۂ عقیدت

۲۰/دسمبر ۲۰۰۷ء

حالِ دل اپنا تجھے آ کے سناؤں کیسے
چھپ گیا ایسی جگہ جا کے پکاروں کیسے

جینے دے گا نہ یہ احساسِ جدائی مجھ کو
آخری عمر اکیلے میں بتاؤں کیسے

جب کہ ہر لمحہ ترے ساتھ بسر ہوتا تھا
اب میں تنہا ان لمحوں کو گذاروں کیسے

امتحاں صبر کا میرے نہ لے مولا مجھ سے
غم تو غم ہے اسے پل بھر میں بھلاؤں کیسے

آخری وقت بھی تھا ان کی زباں پر کلمہ
کیسا جذبہ تھا یہ دنیا کو بتاؤں کیسے

شکر ہر وقت ترا کرتی ہے نسیمؔ اے مالک
پھر بھی جو نقش ہے دل میں وہ مٹاؤں کیسے

☆

# سید حسن صاحب کی نذر دوسرے چند اشعار

۲۰/دسمبر ۲۰۰۷ء بروز جمعرات، دن حج کا تھا

یاد آکر رُلا دیا کس نے
میرا آنچل بھگا دیا کس نے
اپنی دنیا جو کل حقیقت تھی
وہ فسانہ بنا دیا کس نے
شب کی تاریکی بڑھتی جاتی ہے
شمع دل کی بجھا دیا کس نے
اپنی ہستی بھی مٹنے والی ہے
بات سچ یہ بتا دیا کس نے
ایک کرسی نسیم خالی ہے
آہ اس کو چرا لیا کس نے

☆

# ڈاکٹر کلیم عاجزؔ کی روح سے معذرت کے ساتھ-طرزِ کلیم

کیا بات ہے کیوں مجھ پہ عنایات کرو ہو
آؤ ہو جو چپکے سے ملاقات کرو ہو

عاجزؔ کے ہی لہجے میں کہو ہو جو یہ اشعار
ہمت ہے تمہاری کہ کمالات کرو ہو

تم بھی تو کبھی شعر میں چنگاری سی بھر کر
چبھ جائے ہے دل کو وہی بات کرو ہو

غیروں نے جو چاہا تمھیں اس کا بھی سبب ہے
اپنوں کی طرح سب کی مدارات کرو ہو

اس دور میں عاجزؔ کی جگہ کوئی نہ لے گا
بیکار تم اِس فکر میں دن رات کرو ہو

الفاظ کہاں ہیں جو قلم کے ہوں حوالے
اپنی بڑی ہستی کی بھلا بات کرو ہو

چپ رہنے کا انداز بھی ایسا تھا نرالا
لگتا تھا خاموشی میں بھی تم بات کرو ہو

مجنوں کی طرح ہم کو پکارو تو ہو لیکن
لیلہ کی طرح کھل کے کہاں بات کرو ہو

غم کس کا ہے کس سوچ میں ڈوبی ہو نسیمؔ آج
ساون کی جھڑی اشکوں کی برسات کرو ہو

☆

# نذرانہ عقیدت

جناب ڈاکٹر کلیم احمد عاجز صاحب کی شخصیت پُرانی قدروں اور دینی روایتوں سے بھرپور تھیں۔ صحیح معنوں میں وہ ایک سچّے مومن اور اچھے انسان تھے۔ چند اشعار جو بے ساختہ مرے قلم سے نکل پڑے ہیں۔ آپ حضرات کے سامنے پیش کر رہی ہوں۔ شائد کسی حد تک موضوع ثابت ہوں۔

## نذرِ کلیم عاجز مرحوم

ساری دنیا سوگ میں ہے غم یہ کس کا ہے نسیم
تھا تخلص اس کا عاجز نام تھا احمد کلیم

صرف شاعر ہی نہ تھا وہ قوم کا رہبر بھی تھا
اِک ولی کے روپ میں انسان کا پیکر بھی تھا

ہر کسی کے درد کو اپنا سمجھ لیتا تھا وہ
اور اپنے شعر میں سب کچھ سمو دیتا تھا وہ

آنکھیں اب ڈھونڈتی ہیں اس کو وہ ملتا نہیں
چار سو ہے شمع روشن وہ کہیں دکھتا نہیں

وہ ترنم میں بھی اپنے درد کا اک ساز تھا
اور اس آواز میں پوشیدہ غم کا راز تھا

آج راشد سر سے تیرے ایک سایہ اُٹھ گیا
اور عظیم آباد کا علمی ستارہ بجھ گیا

☆

# مصنفہ کے دیگر تصنیفات

| | | |
|---|---|---|
| شعری مجموعہ | حرفِ دل | ۱۹۸۷ء |
| | خوشبوئے وفا | ۲۰۰۵ء |

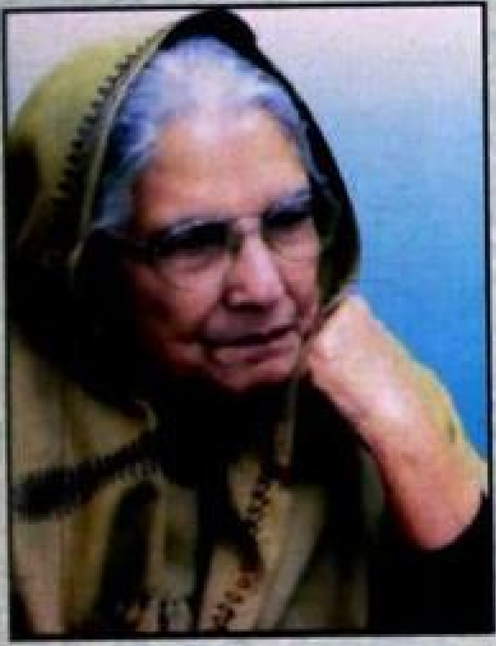

# Badalte Manzar

(Poetry Collection)

By

Samiya Naseem

محترمہ سمیعہ نسیم فطری طور پر شعر و سخن کی طرف مائل ہیں۔ شاعری ان کے لئے نہ شہرت و ناموری کا وسیلہ ہے اور نہ اس سے کوئی مادی و مالی فائدہ کا تصور کیا جاسکتا ہے۔ شاعری کے لئے بنیادی طور پر جذبۂ اختیار کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ محترمہ سمیعہ نسیم کے یہاں موجود ہے۔ بہت سے لوگ ضرورتاً اپنی تخلیقی شخصیت کو نمایاں کرنے کے لئے شاعری کرتے ہیں سمیعہ نسیم اس جماعت میں نہیں ہیں۔

غالب نے کہا ہے۔

مانا بودیم بدیں مرتبہ راضی غالبؔ
شعر خود خواہشِ آن کرد کے گردد فنِ ما

کچھ یہی صورتِ حال سمیعہ نسیم کے ساتھ ہے ان کے جذبۂ دل کا کرب اور فکر کی نیرنگی ان کے اشعار سے ظاہر ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے یہاں کسی صنعت گری کا احساس نہیں ہوتا۔ شعر میں جب صنعتیں بڑھ جاتی ہیں تو تصنع پیدا ہو جاتا ہے۔ محترمہ سمیعہ نسیم کا کلام ان عیوب سے پاک ہے یہی وجہ ہے کہ ان کی ذاتی اور شخصی موضوعات پر لکھی گئیں منظومات میں بھی ان کے دل کی آواز دھڑکتی ہوئی سنائی دیتی ہے۔

علیم اللہ حالیؔ

Printed : Saima Publication, Dariyapur, Ahmad Market, Patna-4